اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دُشمنانِ وقت کی طرف سے

محاذوں کی تکثیر اور اُسوۂ نبی اکرم محمد ﷺ

مولانا نور عالم خلیل اَمینی، دار العلوم دیو بند، انڈیا

ہم مسلمانوں کے لیے کائنات کی ہر چیز کی طرح دِنوں اور سالوں کے اُلٹ پھیر اور ان کی آمد و رفت میں بھی بے پناہ عبرت کا سامان موجود ہے۔ ہجری سال کی آمد تو بہ طورِ خاص حق و باطل کی معرکہ آرائی میں حق کی جیت کے تعلق سے فیصلہ کن موڑ اور باطل کی یقینی شکست کے واضح اور غیر مبہم اشارے کی یاد تازہ کر جاتی ہے اور فرزندانِ حق کو یہ یاد دہانی کرا جاتی ہے کہ شرکی بادِ صرصر، باطل کی دندناہٹ، کفر کی بلاخیز آندھی اور باغیانِ خدا و فرماں بردارانِ شیطان کی کرتب بازیوں و فسوں طرازیوں کے ہمہ گیر جھکڑوں کے باوجود جن سے بہت سی مرتبہ بظاہر ایسا محسوس ہوتا کہ حق کا خیمہ ہمیشہ کے لیے اُکھڑ جائے گا اور خیر کا وجود درہم برہم ہو جائے گا اور اس کے ہم نواؤں کے تمام کیے دھرے پر ہمیشہ کے لیے پانی پھر جائے گا، اُنہیں مایوسی اور نا امیدی کے آگے سپر انداز نہیں ہونا چاہیے کہ باطل کی انتہائی شرانگیزی اس کی حرکت مذبوحی ہوا کرتی ہے، کیوں کہ اس کا نصیبہ ہی شکست خوردگی اور بالآخر زیر ہو جانا ہے۔

حق و باطل کی آج کی کش مکش کوئی نئی بات نہیں۔ یہ کش مکش دونوں کے درمیان اسی وقت سے جاری ہے جب سے دونوں کا وجود ہے اور آئندہ بھی اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک دونوں کا باہم پایا جانا خدا کو منظور ہے۔ کش مکش کے رنگ و آہنگ زمانے اور جگہ کی تبدیلی کی وجہ سے تبدیل ہوتے رہیں گے، لیکن کش مکش کی حقیقت تبدیل نہ ہوگی۔ بعض دفعہ ایسا محسوس ہوگا کہ باطل کا حملہ بے نظیر ہے اور ایسا بھرپور ہے جس کی ماضی میں نظیر نہیں ملتی؛ لیکن درحقیقت' باطل کی یورش ہمیشہ ہی انتہائی قوت کے صرفے پر مبنی ہوگی، زمانے اور جگہ کے فریم میں وہ ہمیشہ غیر معمولی ہوتی ہے، دوسرے زمانے کے تناظر میں وہ معمولی معلوم ہوتی ہے۔

بہ ہر صورت حق کے ساتھ باطل کی لڑائی کل بھی جاری تھی، آج بھی جاری ہے۔ کل تیر و تفنگ اور سیف و سناں کا زمانہ تھا، آج توپ و ٹینک، میزائل اور بم، فضائی کارزار اور سائنس کے بازار کا زمانہ ہے؛ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ حق کے ساتھ باطل کی کل کی جنگ آسان، ہلکی اور قابل تسخیر تھی اور آج کی

جنگ بہت سخت گمبھیر اور ناقابل تسخیر ہے۔ کل کے چوکھٹے میں کل کی جنگ اتنی ہی دشوار گزار تھی، جیسی آج کے حالات کے دائرے میں آج کی جنگ۔ کل حق کا دفاع کرنے والے کل کے لوگ تھے اور آج حق کا دفاع کرنے والے آج کے لوگ ہیں۔ حق کی کل کی جنگ اہل حق نے جیت لی تھی، آج کی حق کی جنگ بھی اہل حق بالآخر جیت لیں گے، ان شاء اللہ! لیکن شرط یہی ہے کہ کل کے اہل حق ہی کی طرح آج کے اہل حق میں اخلاص، جذبۂ قربانی اور ایثار کی فراوانی ہو؛ ورنہ جنگ کا دورانیہ طویل، آزمایش کی گھڑی دراز، جیت کا موقع مؤخر، نقصان کا احتمال زیادہ اور صبر کے امتحان کی مدّت قدرے طویل ہو جائے گی، جس کی وجہ سے بادی النظر میں ایسا محسوس ہوگا کہ باطل فتح مند اور حق شکست خوردہ ہوگیا ہے اور باطل پرستوں کی طرف سے اہل حق کو دل خراش طعنوں اور خدائے حکیم کی طرف سے اصلی و نقلی ایمان کی پرکھ کے عمل سے گزرنا ہوگا، جو بہت سی دفعہ قلیل الصبر حق پرستوں کے لیے بہت مشکل ثابت ہوتا ہے۔

اسلام دشمن طاقتیں آج اسلام کے خلاف متحد ہو کر اس طرح اس پر ٹوٹ پڑی ہیں کہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہے کہ اسلام کے خلاف اس کے دشمنوں کی ایسی یگانگت، ایسا اتحاد، ایسی یک جائی کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ اسلام سے لڑنے، اس کا پیچھا کرنے، اس کو گھیرنے اور ہر طرف سے اس پر راہ بند کر دینے کی ہر تدبیر سے کام لیا جا رہا ہے، ہر ذریعے کو آزمایا جا رہا ہے، ہر طریقۂ پیکار کو استعمال کیا جا رہا ہے اور ایک کے بعد دوسرا محاذ کھول کر فرزندان اسلام کو ہر محاذ پر مشغول کر کے ان کی طاقت کو منتشر کر دینے اور فیصلہ کن اور آخری مزاحمت سے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فرزندان اسلام غافل اور محو استراحت ہیں اور دشمنان اسلام ہمہ وقت محو فکر و عمل ہیں۔

محاذوں کی تکثیر اور جنگی کارروائیوں کے مراکز کا تنوّع، اسلام سے برسرپیکار طاقتوں کے کارگر اور ترجیحی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، جس پر وہ ماضی میں بھی کاربند رہی ہیں۔ انہیں یقین رہا ہے کہ اگر اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے محاذ ایک دو ہی رہیں گے، تو فرزندان اسلام کے لیے ان سے نمٹنا اور حساب بے باق کرنا آسان ہوگا؛ لیکن محاذوں کی کثرت اور ان کے متنوّع ہونے کی صورت میں دشمنان اسلام کے بہ زعم اہل اسلام کے لیے ان سارے محاذوں پر اُن سے لڑنا آسان نہ ہوگا، نتیجتاً وہ شکست کھا جانے، ان کے سامنے سرنگوں ہو جانے اور ان کے لیے جیت کو تسلیم کر لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

محاذ جنگ کی تکثیر اور اس کو نوع بہ نوع کرنے کی پالیسی پر ہی آج اسلام دشمن طاقتیں عمل پیرا ہیں۔ دوسری طرف انہوں نے اپنی صفوں میں اتحاد و یک جہتی کی ایسی مثال قائم کی ہے، جو دیدنی بھی ہے اور باعث عبرت بھی۔ باعث عبرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان اختلاف و تضاد کے اتنے سارے عوامل پائے جاتے ہیں کہ انہیں کسی بھی حال میں متحد نہیں ہونا چاہیے تھا، بلکہ انہیں ہمیشہ اور ہر طرح متحارب یا متصادم رہنا چاہیے تھا۔ یہ زمانے کی نیرنگی اور اس کے عجائبات میں سے ہے کہ اختلاف کے لاتعداد محرکات کے باوجود صرف ایک محرک یعنی اسلام دشمنی نے انہیں متحد اور متعاون بنا دیا ہے۔ ان کے

عقیدے مختلف ہیں، رجحانات ومیلانات مختلف ہیں، عبادتوں اور پرستشوں کا انداز مختلف ہے، ساتھ ہی ان کے مقاصد ومفادات، ان کی نسلوں اور جنسوں، رنگوں اور ملکوں، معبودوں اور عقیدتوں کے محوروں میں نہ صرف اختلاف، بلکہ بالکل تضاد پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے بت پتھر کے ہیں، تو کسی کے صنم لکڑی کے، کسی کے معبود گڑے ہیں تو کسی کے کھڑے، کسی کے پڑے ہیں تو کسی کے بیٹھے! لیکن ان کے درمیان ایک قدر مشترک ہے اور وہ ہے اسلام دشمنی، جس نے سارے تضادات کے باوجود انہیں ایک بنا دیا ہے۔ کیا یہ بات ہم مسلمانوں کے لیے درس انگیز نہیں کہ ہم مسلکوں اور مکاتب فکر کے اختلاف کے باوجود ''لا إلٰه إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه'' کے قدر مشترک پر متحد ہو کر باطل کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیں، تاکہ خدا کی کائنات امن کی جنت، سکون کا گہوارہ، راحت کی جا اور انسانیت کی جائے پناہ اسی طرح بن جائے جس طرح کہ خدا نے چاہا ہے اور خدا کے نبی (ﷺ) نے جس کو برپا کر کے دکھا دیا ہے!۔

محاذوں کی تکثیر کی کارروائی کے ضمن میں ہی خلافت عثمانیہ کے پرزے اُڑائے گئے، جو اپنی تمام خرابیوں اور کمزوریوں کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے لیے ڈھال کی حیثیت رکھتی تھی۔ نیز اسی پالیسی کے تحت اللہ پاک کی محبوب ومقدس اور مبارک سرزمین، یعنی مسجد اقصیٰ وفلسطین کی بعثت انبیاء کی سرزمین میں جو خالص اسلامی اور عربی سرزمین ہے، اسرائیل کے ناپاک درخت کی زور زبردستی سے اور مکمل ظالمانہ وغاصبانہ طور پر کاشت کی گئی۔ پھر اسرائیل کو طاقت ور ترین بنا دینے کے لیے کوشش کی گئی کہ وہ عسکری واقتصادی طور پر خودکفیل ہو جائے اور باقی ماندہ ارض فلسطین کو ہڑپ کر کے فلسطینیوں کو خانما برباد کردے اور جو وہاں رہ جائیں انہیں ہمہ گیر طور پر ''ادب'' سکھاتا رہے اور دوسری طرف اسرائیل کے سامنے کے عربی ممالک اور پڑوسی اسلامی وعربی ریاستوں کو اس درجہ ناتواں، غیر مسلح، بے دم اور بے دست وپا کر دیا جائے کہ اسرائیل جب چاہے ان کی اینٹ کا جواب پتھر سے دے اور ان کی طرف سے فرضی خوف اور عدم تحفظ کے احساس کا ڈھنڈورا پیٹ کر عالمی رائے عامّہ بالخصوص یورپ اور امریکہ کی ''ضرورت'' سے زیادہ ہمدردی اور ہم نوائی اور مادی ومعنوی تعاون سے بہرہ ور رہے۔

نیز اسی پالیسی کے تحت اسرائیل کو کھل کر اس کا موقع دیا گیا کہ وہ باقاعدہ ایٹمک ملک بن جائے اور سیکڑوں نیوکلیر ہیڈس کا مالک بن بیٹھے، دوسری طرف دوہرے پیمانے کی اساس پر، بلکہ دشمنانہ رویے کے تحت پڑوس کی ہر عربی اور پوری دنیا کی ہر اسلامی ریاست کو ''ایٹمک غلیل'' کے حصول سے بھی نہ صرف باز رکھا گیا، بلکہ اس حوالے سے محض سوچنے پر بھی نہ صرف یہ کہ بدترین انجام کی دھمکی دی گئی، بلکہ ''خارش زدہ اونٹ'' کی طرح اس کو پوری دنیا سے الگ تھلگ کر دینے اور اس کی شبیہ کو ایسا مکروہ بنا دینے کی کوشش صرف کی گئی کہ عالمی برادری کو اس سے ہمیشہ کے لیے گھن آجائے اور اس پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑنے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لیے وقت، مال، سیاست کاری، سفارت کاری، دھونس دھمکی کا اتنا بڑا اَثاثہ صرف کیا گیا کہ اس سے بہت کم اَثاثے کے ذریعے دنیا کی ساری بے انصافیوں کا علاج، غربت کا

خاتمہ، ناخواندگی کا انسداد، بیماریوں کا صفایا، استبداد کے تریاق کی تلاش اور الجھے ہوئے معاشی اور سیاسی مسئلے کا معقول اور اطمینان بخش حل ڈھونڈا جاسکتا تھا، بشرطیکہ نیت سچی ہوتی، انسانیت کا واقعی درد ہوتا، ظلم سے سچ مچ نفرت ہوتی، اسلام دشمنی سے عقل کی بصیرت اور آنکھ کی بصارت سے محرومی کا روگ اہل مغرب اور امریکہ کے لیے لاعلاج بیماری نہ بن گیا ہوتا اور دوہرے پن، نفاق اور عصبیت کی تہ بتہ تاریکیوں کی وجہ سے ان کے دل اور ضمیر کا چپہ چپہ شب دیجور کے لیے شرمندگی کا باعث نہ ہوگیا ہوتا۔

اسلام کے خلاف تکثیر محاذ ہی کی پالیسی کے تحت بڑے ممالک بالخصوص امریکہ اور یورپ نے اپنے لیے ایٹمک پروگراموں کی تخلیق، تعمیر اور ترقی کو نہ صرف جائز رکھا، بلکہ ان گنت نوع کے جہنمی اسلحے اور وسیع تر تباہی کے ہتھیار بنائے اور اہل مشرق بالخصوص مسلمانوں پر انہیں آزمایا اور انہیں اپنا غلام بنائے رکھنے اور ترغیب وتخویف کے ذریعے ان کی دولت کو چوسنے کے ساتھ ساتھ، ان کی تہذیب وثقافت، تعلیم وتربیت، دین وروایت، طرزِ زندگی اور نظامِ حکومت کو مغربی اور امریکی بنادینے کی کوشش کی اور ہنوز کررہے ہیں اور حکم دیا جارہا ہے کہ جو کہا جارہا ہے وہی کرو، ورنہ ہم تم سے کروانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔

دنیا والے امریکہ اور دیگر بڑی طاقتوں سے جن کے پاس زبردست نیوکلیر پروگرام، نیوکلیر اسلحے اور تباہ کن عسکری صلاحیتیں اور ظالمانہ ریکارڈس اور سابقہ جارحانہ عزائم کا پشتارہ موجود ہے اور جو اپنی غیر معمولی عسکری صلاحیتوں کی وجہ سے ہی پوری دنیا کو روندنے میں لگی ہوئی ہیں اور پاگل پن اور طاقت کے نشے سے چور سانڈ کی طرح ہر قوم، ملک، تہذیب وثقافت اور تاریخ وروایت سے سرٹکراتی اور سینگ لڑاتی پھر رہی ہیں، ان طاقتوں سے دنیا والے یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم کو اگر واقعی انسان کی تباہی اور دنیا کی بربادی کا خوف ستارہا ہے، تو دنیا کے کمزور ملکوں پر نیوکلیر پروگرام سے دست برداری کے معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے زور ڈالنے سے پہلے تم اپنے اپنے تباہ کن نیوکلیر پروگراموں سے ازخود دست بردار کیوں نہیں ہوجاتے، تاکہ تمہارا عمل سبھوں کے لیے خود دعوتِ عمل بن جائے؟ تم دوسروں کو غیر مسلح ہوجانے کی دعوت دیتے ہو اور خود اسلحے کے سب سے بڑے خالق، تاجر، برآمد کنندہ اور ان کے ذریعے ظلم وجارحیت کے سب سے بڑے علم بردار بنے بیٹھے ہو۔ دنیا سب سے زیادہ تمہارے ہاتھوں ہی برباد ہورہی ہے، پوری دنیا عموماً اور عالم اسلام خصوصاً صرف تمہاری ہی دہشت گردی سے زیروزبر ہورہا ہے اور انسانیت کی قبا تمہارے ہاتھوں ہی چاک ہورہی ہے۔ تم اگر ظلم سے ہاتھ اٹھالو تو دنیا ازخود امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ ظلم کے سارے انداز تمہارے ہی تراشیدہ ہیں، بگاڑ کی ساری راہیں تمہی نے دکھائی ہیں، شر وفساد کی ساری طرحیں تمہی نے ڈالی ہیں۔ تمہارے زوال کے دور میں انسانیت بدامنی سے ناآشنائے محض تھی، تمہارے عروج نے دنیا کو جہنم کدہ بنادیا ہے۔

الغرض اے امریکہ والو! اور اے فرزندانِ مغرب! اور اے بڑی طاقتوں کے برے لقب سے جانے جانے والو، جو ظلم اور ناانصافی کا رَمز بن چکا ہے! تم قول وعمل کے تضاد سے جس وقت ''شفایاب''

ہو جاؤ گے، یہ چھوٹے چھوٹے ممالک از خود راہِ راست پر آ جائیں گے، جو پہلے سے بھی تمہاری طرح بے راہ رو اور ظلم و جارحیت کے پجاری نہیں ہیں۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ زبردست تباہی کے ہتھیاروں کے طفیل ہی تم نے دنیا پر اپنی چودھراہٹ قائم کر رکھی ہے اور اپنی چودھراہٹ کو دوام اور استحکام دینے کے لیے کمزور ملکوں کو بالکل تہی مایہ ہو جانے اور اسلامی ملکوں کو تو اور بھی بالکل بے شناخت ہو جانے کی نہ صرف دعوت دیتے ہو، بلکہ زور زبردستی سے اپنا حکم ان سے منوانا چاہتے ہو؟ یہ انصاف کی کون سی منطق ہے کہ تم تو پہلے سے زیادہ طاقت ور اور عسکری صلاحیتوں کی افزودگی اور ترقی کے بام عروج پر پہنچ گئے اور تمہارا سفر ہنوز تیز گامی سے اور سامانِ صد ہزار کے ساتھ خوب سے خوب تر منزل کی طرف جاری ہے اور تم دوسروں سے کہتے ہو کہ ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، بیٹھ جاؤ، بلکہ ذلت اور رسوائی کی نیند سو جاؤ؟۔

اسلامی ملکوں سے بالخصوص اور دنیا کے دیگر کمزور ملکوں سے جنہیں تم نے اپنی چالاکی سے کمزور رہنے دیا ہے اور ترقی کی راہ پر ان کے چلنے کو ''دہشت گردی'' قرار دیتے ہو، تمہاری لڑائی، کلچر، تہذیب، تاریخ، روایت، مذہب، طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت کی عصبیت کے ساتھ ساتھ، اس لیے بھی ہے کہ وہ ترقی اور اٹھان کی راہ پر چلنے کی محض سوچتے کیوں ہیں؟ جب کہ یہ حق تمہارے بہ زعم خدا کی طرف سے صرف تمہی کو عطا کیا گیا ہے!

ذرا دیکھو تو سہی تم نے اسرائیل کے لیے، اس کی برتری کے لیے، عربوں کے بالمقابل اس کی عسکری و اقتصادی طاقت کو دوبالا کرنے کے لیے، انصاف کا کتنا خون کیا ہے؟ بے انصافیوں کی کتنی نئی نئی فصلیں اُگائیں ہیں؟ طرف داری بے جا کے کتنے نئے نئے اور عجیب عجیب بیج بوئے ہیں اور وعدوں، معاہدوں، الفاظوں اور تعبیروں کے معانی اور مفاہیم کو تم نے کس کس طرح بدل کر رکھ دیا ہے؟ حق کا دفاع کرنے والے تمہارے نزدیک دہشت گرد ہیں اور ناانصافی اور ظلم محض کے اساس گزار و طرف دار تمہارے نزدیک دہشت گردی کا شکار ہیں؟ ظالم و غاصب و قاتل و جارح و درندہ صفت اسرائیل تمہارے نزدیک بے گناہ مظلوم ہیں اور مظلوم و مقتول و مجروح اور مصائب گزیدہ فلسطینی تمہاری لغت میں ظالم اور شرپسند ہیں۔ سبب کو مسبّب اور مسبّب کو سبب بنا ڈالنے کی ایسی جرأت تمہارے چچا فرعون اور تمہارے جدّ امجد شیطان کو بھی نہ ہوئی ہوگی۔ قول و فعل کے سارے تضاد اور الفاظ و تعبیرات کی ساری بے آبروئیوں کے تمہارے ایسے جرم آسمان کی آنکھوں اور زمین کی گود نے کیوں دیکھے ہوں گے؟

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ مغربی ممالک اور امریکہ ڈھیر سارے ایٹمی ہتھیار بنائیں، بناتے جائیں، انہیں ترقی دیتے جائیں، ان کی وجہ سے دنیا والوں بالخصوص مسلمانوں کو اس طرح ڈرائیں جیسے بڑی عمر کے لوگ بچوں کو بھوت اور جن سے ڈراتے ہیں اور مسلم ملکوں اور دیگر کمزور ملکوں سے کہیں کہ تمہیں کسی طرح کے ''چاقو'' اور ''چھری'' بنانے کا حق نہیں اور اگر تم نے بنانے پر اصرار کیا تو ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔

برطانیہ کے ''ٹائمز'' اخبار نے کچھ دنوں پہلے جو اعداد و شمار شائع کیا تھا، اس کے بہ موجب دنیا میں اس وقت (۱۷۰۰۰) ایٹمی ہیڈس ہیں، جن کے ذریعے دنیا کو کئی بار تباہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے تنہا امریکہ کے پاس ۷۳۰۰ ہیڈس ہیں۔ امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں اپنے نیوکلیر تجربات شروع کر دیے تھے۔ برطانیہ کے پاس ۲۲۵ ہیڈس ہیں، اس نے اپنا پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ فرانس کے پاس ۳۵۰ ہیڈس ہیں، اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۰ء میں کیا تھا۔ چین کے پاس ۴۰۰ ہیڈس ہیں، اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۶۴ء میں کیا تھا۔ روس کے پاس ۸۰۰۰ ہیڈس ہیں، اس نے پہلا ایٹمی تجربہ ۱۹۴۹ء میں کیا تھا۔ اسرائیل کے حوالے سے دنیا والوں کو یقین ہے کہ اس کے پاس سیکڑوں ہیڈس ہیں، لیکن چوں کہ وہ خود، اس کا آقا امریکہ اور اس کا پاس دار مغرب، اس کے تعلق سے ایٹمی معاملے میں بہ طور خاص مکمل طور پر راز داری برتتے ہیں، اس لیے اس کے ایٹمی ہیڈس کی تعداد کا ذرائع ابلاغ کو صحیح علم نہیں۔ شمالی کوریا بھی اپنے پاس ایٹمی ہتھیار کی موجودگی کا مدعی ہے، لیکن عالمی ذرائع کو اس حوالے سے کوئی یقینی بات معلوم نہیں۔ ہندوستان کے پاس بھی چھوٹا سا ایٹمی اسلحہ خانہ موجود جس میں ۱۲۵ ہیڈس ہیں۔ پاکستان کے متعلق جیسا کہ معلوم ہے عالمی طور پر صرف یہ خیال ہے کہ اس کے پاس شاید کچھ نیوکلیر ہتھیار ہیں، لیکن حتمی طور پر کچھ معلوم نہیں۔ (اندازاً پاکستان کے پاس بھی ۱۲۰/تک ہیڈس موجود ہیں۔) لیکن امریکہ، اسرائیل، مغرب اور ان کے دم چھلوں نے پچھلے چند سالوں میں پاکستان اور اس کے ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف جس طرح شور برپا کیا، اس سے عالم اسلام کے ضمیر کو زبردست ٹھیس پہنچی اور مسلم امہ کو یقین کرنا پڑا کہ ساری دنیا کی اقوام وملل یقیناً ایک فریق ہیں اور امت مسلمہ دوسرا فریق ہے اور اس کو یقین کرنا پڑا کہ ''اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ'' واقعی ایک زندہ، ناقابل تکذیب اور ہزاروں سچائیوں کی ایک سچائی ہے۔

امریکہ جس طرح عراق اور افغانستان پر قبضے کے بعد شام کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا ہوا ہے، اس سے سیاسی مبصرین اور عالمی حالات کے اکثر ماہرین کو یقین ہو چلا ہے کہ امریکہ شام کے خلاف عسکری کارروائی کے لیے مکمل طور پر پرعزم ہے۔ جہاں تک سلامتی کونسل اور نام نہاد اقوام متحدہ کا تعلق ہے تو سارے باخبر اور حقیقت پسند ذرائع کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں عالم اسلام و عالم عرب کی ''تادیب'' کے لیے امریکہ کی کٹھ پتلی ہیں۔ امریکہ اور مغرب ان دونوں کے ذریعے اسلامی کاز کو نقصان پہنچانے اور کمزور ممالک خصوصاً عربی اور اسلامی ملکوں پر اپنی چودھراہٹ تھوپنے، انہیں غلام بنائے رکھنے اور تیل والے خلیجی ملکوں کی دولتوں کو چوسنے کا کام لیتا ہے۔ اگر یہ دونوں ادارے کسی وقت امریکہ کے ہم رائے نہیں ہوتے (جیسا کہ عراق کے مسئلے میں ہوا تھا) تو امریکہ ان کی پروا کیے بغیر وہی کرتا ہے جو اس کو کرنا ہوتا ہے۔

امریکہ میں اسٹیج کیا گیا ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے دھماکوں کے واقعات کا ڈرامہ اور اس کی اساس پر ''دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ'' اور اس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کا عالمی پیمانے پر

شکار اور سارے اسلحہ اور سامان ہائے جنگ اور لشکر جرار کے ساتھ ہر اسلامی ملک پر یکے بعد دیگرے دھاوا اور ہر ایک کو طرح طرح سے مجبور کرنا کہ وہ اپنے ہاں نصاب ہائے تعلیم، طرزِ معاشرت اور معیشت، نظامِ حکومت وغیرہ میں بہ عجلت تبدیلی لائے، نیز ہر اسلام پسند اور دین دار مسلمان کو ''دہشت گرد'' قرار دے اور ہر دینی عالم کو ''بنیاد پرست'' باور کرے اور ہر دینی مدرسے اور اسلامی یونیورسٹی کو دہشت گردی کا اڈہ مانے اور ہر رفاہی ادارے اور انجمن کو دہشت گردی کی مؤید اور مالی مدد دینے والی تصوّر کرے اور اصلی اور صحیح اسلام کو دہشت گردی تسلیم کرے اور ایک ایسا ''معتدل'' اسلام معرضِ وجود میں لائے جو زمانے سے ہم آہنگ اور امریکہ، اسرائیل، عالمی صہیونیت اور صہیونیت سے آمیختہ مسیحیت سے ہمدردی رکھتا ہو اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کیے جانے والے ہر بے جا برتاؤ کو خوش دلی سے گوارا کرتا ہو، جس کو صرف منافق اور مرتد ہی گوارا کرسکتا ہے اور سچا پکا مسلمان -جس کا دل اللہ و رسول (ﷺ) کی محبت اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت سے لبریز ہو- ہرگز گوارا نہیں کرسکتا۔ یہ ساری پالیسیاں بھی اسلام کے خلاف تکثیرِ محاذ ہی کا حصہ ہیں۔

اسی طرح تکثیرِ محاذ ہی کا تسلسل وہ پالیسی ہے جو امریکہ نے مسلم عوام کو دین بے زار کرنے، جہاد کی تنسیخ کا عقیدہ مان لینے، نبی ﷺ کی تکذیب پر آمادہ کرنے وغیرہ کے لیے ''الفرقان الحق'' کے نام سے عربی اور انگریزی میں شائع کرکے برپا کی تھی۔ کتاب کو پڑھنے سے جہاں ایک عربی داں کو اس کی عربی سے گھن آتی ہے وہیں یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور ان دونوں کی پشت پناہ طاقتیں سب سے زیادہ اسلام کے تئیں مسلمانوں کی جاں نثاری سے ہی خائف اور فکرمند ہیں۔ انہیں یہی خدشہ ہر وقت بھوت کی طرح رگید تا رہتا ہے کہ اسلام کے یہ متوالے فلسطین، افغانستان، عراق، شام اور دیگر ان جگہوں کی طرح جہاں وہ یہ باور کرلیتے ہیں کہ محض خدائے واحد کی پرستش کے گناہ کی وجہ سے ان پر عریصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، اگر یہ ہر جگہ جان کی بازی لگانے اور اسلام کی عزت و ناموس پر مرمٹنے کے لیے سر سے کفن باندھ کے اٹھ کھڑے ہوگئے تو ہم پاس دارانِ بُتانِ ہزار نوع کے لیے زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی ٹھکانا نہ ہوگا، اسی لیے فرزندانِ تثلیث و یہود و بت پرستوں نے ہمیشہ جہاد کے بطلان اور مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدے کی بیخ کنی پر سب سے زیادہ زور صرف کیا ہے۔ یقیناً اسی لیے حدیث پاک میں انتہائی شدّومد کے ساتھ جہاد کے قیامت تک باقی رہنے کی بات کہی گئی ہے ''**الجهاد ماضٍ إلیٰ یوم القیامة**'' جس سے اس کی منسوخی کی بات کہنے والے خود ننگے ہوجاتے ہیں اور ان کا ملت اسلام سے خارج ہونا ازخود عیاں ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور آپ کی تحقیر و توہین پر مشتمل ڈنمارک اور مغرب کے ملکوں میں کارٹونوں کی اشاعت اور دفاعِ آزادیِ اظہار کے بہانے اس پر اصرار اور ہر طرح کے نقصانات کو اس حوالے سے برداشت کرلینے کے عزم کا اظہار اور کارٹون کے تخلیق کار کا صاف لفظوں میں بار

بار یہ کہنا کہ اس نے یہ کارٹون بالقصد اور سوچ سمجھ کر اس عقیدے اور ایمان کی ترجمانی کے لیے بنائے ہیں کہ اسلام کے نبی محمد ﷺ واقعی دہشت گرد، دہشت گردی کے معلم اوّل اور اس مذہب کے بانی تھے جس کی بنیاد ہی دہشت گردی پر ہے۔ نیز یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایسی فلموں کی تیاری اور نمایش جن سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ مغرب کی نسل نو کے ذہنوں میں انتہائی خراب اور قابل نفرت بنتی ہو اور بالآخر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دلوں میں ناپسندیدگی اور عداوت پیدا ہوتی ہو اور یہ یقین راسخ ہوتا ہو اور یہ تصوّر عام ہوتا ہو کہ مسلمان وحشی، درندہ صفت اور غیر مہذب اور ناآشنائے رواداری وملن ساری لوگ ہیں اور اسلام دُور اَز کار اور فرسودہ مذہب ہے جو آج کی دنیا میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتا۔

یہ اور اس طرح کی ان گنت باتیں اور اقدامات جو مغرب اور امریکہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے تکان کیے جارہے ہیں اور ایک کے بعد دوسرا شوشہ چھوڑا جارہا ہے اور ایک کے بعد دوسری حکمت عملی روبہ عمل لائی جارہی ہے اور کسی وقت ٹھہرنے، سانس لینے، ذرا سا وقفہ دینے کی نوبت نہیں آتی۔ ان ساری باتوں کا مقصد وہی ایک کے بعد دوسرا محاذ کھولنا ہے، تاکہ مسلمان اس میں بری طرح اُلجھے رہیں کہ دفاع کے سوا ان کے پاس اقدام کی کوئی فرصت نہ ہو اور تعمیر جہاں، خلافت ارضی، جہاں بینی، اصلاحِ انسانیت اور افادۂ عام کا وہ کام نہ کرسکیں جو ان کے دینی وجود، عقائدی ساخت اور خیر امت کی حیثیت سے ان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔

یہاں ہم مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا ہے کہ حق کے خلاف باطل کی سعی پیہم، محاذوں کی تکثیر اور معرکوں کی تنوّع کاری کوئی نئی بات تھی، نہ ہے، اور نہ آئندہ ہوگی۔ باطل کے ضمیر کی گہرائی میں اپنی فیصلہ کن آخری شکست کا ایک جاوداں یقین موجود ہوتا ہے اور اس کے لاشعور میں اس کا واضح شعور محوِعمل رہتا ہے کہ اس کی ''تعمیر'' میں خرابی کی ایک صورت ضرور مضمر ہے، اس لیے وہ ہمہ وقت حق سے لرزاں اور ترساں رہتا ہے اور اس کے خلاف تگ وتاز کی ایسی کھیپ بروئے کار لاتا ہے، جو اس کے نزدیک مقدار اور معیار دونوں اعتبار سے حق کی کوششوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ حق کو اپنے حق ہونے کا یقین اور نتیجتاً دیر یا سویر آخری فتح سے بہرہ یاب ہونے کا واضح احساس، اس کو جدوجہد کی آخری حد پار کرلینے سے روکے رکھتا ہے۔ اسی لیے وہ قدرے مطمئن اور فارغ البال رہتا ہے، جو جہد وعمل کی اس خاکی دنیا میں مناسب نہیں، اسی لیے بعض دفعہ وقتی طور پر ہی سہی باطل ''جیت'' اور حق ''ہار'' جاتا ہے جو عام اور ظاہر بیں لوگوں کے لیے نہ صرف دوررَس نتائج کا حامل ہوتا ہے، بل کہ بڑی آزمائش کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

باطل کی یہ تکثیری اور تنویعی پالیسی اسی پالیسی کا تسلسل ہے جو اس نے اسلام کے آغاز میں اس کو نیست ونابود کردینے کے لیے اپنائی تھی۔ قریش نے اسلام کو اس کی گود یعنی مکہ مکرمہ، اس کے تکوینی دور یعنی مکہ مکرمہ کے اس کے ۱۳/سالہ دورانیے، پھر اس کے دار اور اس کی جائے قرار یعنی دور مدینہ منورہ اور اکناف بلادِ عرب میں اس کی ترویج کے پورے سفر میں ترغیب وتخویف، ایذا وتعذیب، ملک بدری ودیس

سے بہ جبر اخراج، لڑائی اور نسل کشی، مثلہ کرنے اور کلیجہ چبانے کے عمل، سازش و بلاک بندی، پروپیگنڈہ اور جھوٹ سچ کی صنعت گری اور ہر تدبیر کے ذریعے اسلام کی یقینی، عیاں اور روز روشن کی طرح واضح پیش قدمی کی راہ روکنے کی کوشش (جس کا ریکارڈ میں آنے والی تفصیل سے سیر و مغازی اور اسلامی تاریخ کی متعدّد الاجزا کتابیں بھری ہوئی ہیں) کے ذریعے کون سا حربہ ہے، جس کو اس نے نہیں برتا اور کون سی کوشش ہے جس کو اس نے آزمانے سے گریز کیا ہے؟۔

قریش اور ان کے ہم عصر و ہم مذہب و شریک درد مشرکین کے لیے کسی نہ کسی درجے کی جیت، خواہ وقتی سہی، اسلام کے سیل رواں کو روک دینے کے لیے- جو ہر رکاوٹ کو عبور، ہر چٹان کو پاش پاش اور اس کی راہ میں کھڑی کی گئی ہر پرشکوہ دیوار کو پار کر کے، ہر ’’خس و خاشاک‘‘ کو بہائے آگے بڑھتا جارہا تھا- حاصل ہوسکتی تھی۔ اگر اس سیل رواں کا جاری کنندہ محمد ﷺ کے سوا کوئی اور شخص ہوتا، جن کی ثابت قدمی سے پہاڑ ناآشنا اور جن کی حوصلہ مندی اور صبر سے چونٹیاں بھی نابلد اور جن کے جوش و جذبے اور زورآوری و روانی سے کسی سیل کو بھی سابقہ ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کی ثابت قدمی کے سامنے کفر و شرک اور ظلم و جارحیت کی ساری طاقتیں ڈھیر ہوگئیں اور ان کا لشکر جرار، بے پناہ سامانِ ضرب و حرب، تدبر و تفنن، مکر و دَسیسہ کاری، نفاق اور دوہرا پن (اسلام کے خلاف ان کی ساری عسکری و غیر عسکری جنگوں میں جن کے ذریعے انہوں نے اسلام کو دوڑایا) انہیں کچھ کام نہ دے سکا اور نازک سے نازک گھڑی میں بھی وہ اسلام کے جن کو بوتل میں نہ کر سکے۔

تھک ہار کے انھوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر آزمانا چاہا، چناں چہ انہوں نے اپنے دارالمشورہ میں جس کو وہ ’’دارالندوہ‘‘ کہتے تھے، یہ طے کیا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک پٹھا و توانا و خوب صورت و شریف النسب جوان چنیں گے، ہر ایک کو ایک سیف برّاں تھمادیں گے، یہ سب طے شدہ وقت پر رات کے وقت محمد (ﷺ) کے گھر کو آگھیریں گے اور جب وہ گھر سے نکلیں گے تو سب کے سب یک بارگی حملے کے ذریعے ان کا کام تمام کردیں گے، اس طرح شر کی شاہ کلید اور فتنے کے سرچشمے سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل جائے گا، روز روز کا دردِ سر ختم ہوجائے گا، محمد (ﷺ) کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہوجائے گا، بنی عبد مناف سارے قبائل سے انتقام کی تاب نہ لاسکیں گے، سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹ پائے گی۔

انہوں نے اپنے زعم میں بڑی کامیاب تدبیر سوچی تھی اور اپنے ترکش کے آخری تیر کو آزمانے کا ارادہ کرلیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کی گھات میں لگا تھا۔ اللہ نے اپنے پیغام رساں فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے نبی محمد ﷺ کو مطلع کردیا کہ اہل قریش اب یہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا آج رات تم اپنے بستر پر مت سوؤ۔ اللہ کے سجھاؤ کے بہ موجب سرکار ﷺ ان کے درمیان سے گزرے اور دروازے سے ان کے جتھے کے بیچ سے نکلے، لیکن اللہ کی حکمت سے آپ ﷺ کے نکلنے کی انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کے دیکھنے سے نابینا کردیا اور ایک مٹھی مٹی پر سورۂ یٰسین کی بعض آیتیں پڑھ کے پھونک کر ان

کے سروں پر پھینک دی تو وہ ان میں ہر ایک کے سر پر جاپڑی۔ الغرض ''شکار'' ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

لیکن باطل کے یہ تجربہ کار نمایندے اور شرک وکفر کے یہ نام ور علم بردار و تاج دار تھک ہار کے بیٹھ نہیں گئے، بلکہ انھوں نے اپنے ''شکار'' کا اس کے آخری اور مستحکم ومحفوظ کچھار تک پیچھا کیا اور محمد ﷺ اور ان کے دنیا وآخرت کے ساتھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ یا مردہ پکڑ لے آنے والوں کے لیے اتنا بڑا انعام مقرّر کر دیا جو اس وقت کی دنیا کے ماضی وحاضر کی تاریخ کا سب سے قیمتی اور ناقابل فہم تصوّر انعام تھا، یعنی سو سرخ اونٹ کا انعام، عرب میں سرخ اونٹ کم یاب بلکہ نایاب تھے، آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قریشیوں نے کتنا گراں قدر انعام رکھا تھا! اس زبردست انعام نے قریش کے طاقت ور وخوش قامت شخص ''سراقہ بن جعشم'' کو بری طرح ورغلایا کہ وہ حصولِ انعام کے ساتھ تاریخی شہرت اور پایندہ تذکرے اور وسیع تر عربی معاشرے میں اس نیک نامی سے فائز المرام ہونے کے لیے کہ اس نے انسانی تاریخ کے سب سے بڑے عربی ہاشمی ''مجرم'' اور اس کے وفادار رفیق وہم راز کو پکڑ لانے کا شرف حاصل کیا ہے، محمد ﷺ کی گردِ راہ کو پانے کے لیے بے تاب ہوگیا، چناں چہ اس نے تیر وکمان لیے، تلوار کاپر تلا لٹکایا اور تاریخ کی ابدی سمت کی طرف محوسفر دونوں عظیم مسافروں کے نقوشِ قدم کی پیروی کرتا ہوا اُن کا پیچھا کرنے کو مکہ سے روانہ ہوا، اس سمت کے عظیم مسافروں کا پیچھا کرتا ہوا جس کی ابتدا اور انتہا کو صحیح معنی میں خالق کائنات کے سوا کوئی نہیں جانتا، جو ہر چیز کا مبدا اور منتہا ہے، اس مرکز کی طرف سفر کرنے والے دونوں عظیم مسافروں کا پیچھا کرتا ہوا، جو حق کی مکمل اور آخری فتح اور باطل کی فیصلہ کن شکست کا نقطہ بننے والا تھا۔ مسکین سراقہ کو یہ پتا نہ تھا کہ وہ کوشش ناکام کی سمت میں روانہ ہوا ہے، لیکن اس کو جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ اس کی سعی کام یابی سے ہم کنار نہیں ہونے کی، جب ان کے قرعہ اندازی کے تیروں نے اس کو یہ باور کرادیا کہ اس کی اس جدوجہد کی منزل صرف ناکامی ہے، اس سے قبل اس کا گھوڑا دومرتبہ بری طرح ٹھوکر کھا چکا تھا، جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور سراقہ کی مایوسی اور انقباض کا سبب بن کر اس کے مقصد کے حصول کی راہ کو دھندلانا شروع کر چکی تھیں۔

ناکامی کے یقین کا سایہ جیسے ہی سراقہ کے سامنے گہرا ہو کر خیمہ زن ہوا، اس نے مہاجر اعظم محمد ﷺ سے امان کا وثیقہ طلب کیا اور آپ ﷺ سے ملاقات کی دستاویز مانگی۔ پھر وہ اپنے نشانِ قدم پر پیچھے لوٹ آیا، اس کی اس سفر سے ناکام رجعت کفر کی آئندہ ہمیشہ، یقینی اور ہر محاذ پر شکست کی علامت کی حیثیت رکھتی تھی جس سے یہ اندازہ ہوگیا کہ حق وباطل کی آئندہ کی ساری کشمکشیں باطل کی بے انتہا اور بے طرح شکست پر ہی منتج ہوا کریں گی، چنانچہ صنادید قریش کی قائم کردہ بڑی سے بڑی رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا اسلام اپنی جادۂ فتح کی طرف سیل تیز رو کی طرح محوسفر رہا اور بالآخر عربوں کی سرزمین میں ہمیشہ کے لیے کفر وشرک کا چراغ گل ہوگیا۔ نورِ اسلام کو بجھانے کی اس کی کوشش خاک میں مل گئی۔

لیکن مشرکین وکفار نے فوراً شکست تسلیم نہیں کر لی اور نہ ہی اسلام کی مزاحمت کے حوالے سے

اپنی بے بسی کے اعتراف پر بہ جلد رضا مند ہوئے، بلکہ انہوں نے ضد، ہٹ دھرمی اور اپنی مزید ذلت کا سامان بہم پہنچانے کا عمل جاری رکھا۔ گو علیم وحکیم خدا نے یہ چاہا کہ خود انہیں اور ساری کائنات کو اس حقیقت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرادے کہ وہ ہر محاذ پر، ہر معرکے میں، ہر تدبیر کے ساتھ، ہر تیاری کے باوجود سقوط سے دوچار ہورہے ہیں، جس سے یہ عیاں ہے کہ اسلام کی جیت جہاں محض ''خودکار'' اور صرف غیبی طاقت، الٰہی قدرت اور ربانی مدد ہی کا فیضان نہیں، وہیں کفر کی شکست بھی محض تقدیر الٰہی اور خدائی ارادے کی دین نہیں، بلکہ اسلام اور کفر کے مابین کشمکش اور کھلے ہوئے مقابلے کی اس سنت پر دونوں حقیقتیں مبنی ہیں، جو خدا نے اپنی حکمت کے تحت وضع کی ہے۔ یہی سنت اور اٹل خدائی قانون اس بات کا متقاضی ہوا کہ کفر، اِسلام کی کامیاب مزاحمت نہ کرسکے اور اس کا کام تمام کردینے کی وہ کوئی چال نفع بخش طور پر نہ چل سکے، بلکہ ہر سامان کے باوجود بے سروسامان ثابت ہو، لیکن پاس دارانِ باطل نے حق پر فتح پانے کے لیے اپنی جان توڑ کوشش میں کوئی کمی نہیں کی، چشم کائنات نے مشاہدہ کرلیا کہ باطل کے ناخدا بھی بہت سے طوفانوں سے نبرد آزما ہوئے اور حق کی طرح باطل بھی جسم وجاں پر ان گنت زخم کھا کر ہی حق سے شکست کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوسکا تھا۔ تاریخ نے حق سے مقابلے کے معرکے میں اس کی جان کی بازی لگادینے کو اچھی طرح ریکارڈ کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ریکارڈ کیا ہے کہ اہل باطل اپنے باطل اور عقیدے کو حق صریح سے زیادہ سچ، سچائی سے زیادہ تابناک اور اپنے افسانے کو حقیقت سے زیادہ کھرا اور محسوس وجود کا مالک سمجھتے ہیں اور اپنے باطل کی راہ میں بعض دفعہ اس درجہ مارنے مرنے کو تیار ہوجاتے ہیں کہ اہل حق، حق کے لیے بھی نہیں ہوتے۔

بدر، احد، خندق، تبوک اور حنین وغیرہ بڑی اور چھوٹی جنگیں اہل باطل کے باطل پر اصرار اور حق کے مسلسل اور آخری حد تک انکار کی واضح علامتیں ہیں۔ سازشوں کے رَچنے، بلاک بندیوں کا عمل کرنے، گٹھ جوڑ کے لیے فن کاری دکھانے اور شبانہ روز کی تگ ودو میں اہل باطل نے اپنی ہمت کا جو ثبوت پیش کیا وہ باعث عبرت بھی ہے اور جائے حیرت بھی۔ انہوں نے آخری طور پر اپنے بال و پر کے کتر جانے کا اعتراف تب کیا، جب نبی خاتم محمد ﷺ نے انہیں ان کے گھر اور اصل قلعے مکہ مکرمہ میں انہیں جادَبوچا اور ان کے لیے جائے رفتن رہا نہ پائے ماندن، لیکن نبی رحمت (ﷺ) نے انہیں یک لخت معاف کردیا اور انہیں آزادی اور کسی بھی مؤاخذے سے مکمل چھٹکارے کا پروانہ عطا فرمادیا۔

ہجرت کا عظیم واقعہ ہر سال ہمیں ثبات واصرار کے ان بہت سارے معانی کی یاد دلاتا ہے، جنہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اپنے قول وعمل کے جامع ترین اور ہمہ گیر اُسوے سے برپا کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے مکمل سفر میں ہر کردار سے ثابت قدمی، عزم راسخ اور استقامت واستقلال کا نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے کبھی کمزوری دکھائی، نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے، نہ باطنی شکست سے دوچار ہوئے، نہ معنوی ہار کا احساس کیا، نہ ذہنی سقوط کو تسلیم کیا اور نہ کسی بھی مرحلے میں یہ سوچا کہ کفر اور اس کے ہم

نواؤں کے شر وفساد، مکاری وچال بازی، دانائی وہوشیاری اور تاریک رات میں بھتنیوں کے ناچنے سے زیادہ بری طرح موت کے رقص والی جنگوں میں ان کے اپنے سارے جگر پاروں کے ڈال دینے کے عمل کو عبور نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ یہ اہل کفر اپنی ہمت وحوصلے سے نا قابل تسخیر محسوس ہوتے ہیں، اس لیے ان سے مزاحمت کر کے اپنی جان، اپنے مال، اپنے سامان اور اپنے وقت کا ضیاع کوئی عقل مندی کی بات نہیں، اس لیے ان کی جیت کو تسلیم کر کے کام کی بساط لپیٹ کر کسی اور موقع اور خدائی فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے!۔

رسول خدا ﷺ آغازِ سفر سے انجام سفر تک ٹھوس ارادے، نا قابل تسخیر صبر، نا آشنائے کمزوری، ثابت قدمی اور بے مثال اولوالعزمی کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ ہر طرح کی تکلیف سہتے رہے۔ ہفتہ، مہینہ اور سال دو سال نہیں، بلکہ سال ہا سال تک، یہاں تک کہ رفیق اعلیٰ سے جاملے، لیکن وفات سے قبل ہی آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے جہد وعمل اور صبر وثبات کا میٹھا پھل چکھ لیا کہ اللہ نے اپنی روشنی کی تکمیل کر دی اور باطل کے فرزندانِ وفاکیش اس کو اپنے مونہوں سے بجھا نہ سکے۔

آج کی رات کل کی رات سے کتنی مشابہ ہے؟ کفر کے سارے پنڈے، باطل کے سارے بندے اور شیطان کے سارے تلامذہ پوری دنیا میں آج اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں، امریکہ ان کا قائد بنا ہوا ہے، عالمی صہیونیت انہیں ہدایت دے رہی ہے، صہیونیت زدہ مسیحیت اور عالمی صنم پرستی، اس کے ساتھ کھڑی ہے۔ سب کے سب آج اپنے سرکش دشمن یعنی اسلام پر ایک جوٹ ہو کر ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ ذلت، خواری اور جگ ہنسائی کے باوجود پشت پھیر کر نہیں بھاگ رہے اور اپنی شکست نہیں مان رہے، تو محمد ﷺ کے سپاہیوں یعنی مسلمانوں کو زیادہ لائق ہے کہ وہ سپر انداز ہوں، نہ ہار مانیں، نہ کمزور پڑیں، نہ سستی دکھائیں اور نہ ان کی مزاحمت سے پیچھے ہٹنے کی سوچیں، یہاں تک کہ انہیں اپنے ''بلوں'' میں چلے جانے اور اپنی ہار مان لینے پر انہیں مجبور کر دیں۔ یہ تب ہوگا جب انہیں کاری زخم لگے گا، ان کے ضمیر کو صدمہ پہنچے گا اور جان ومال کا اتنا خسارہ انہیں لاحق ہوگا جس کے بعد انہیں زیاں کے احساس پر مجبور ہونا پڑے گا، لہٰذا اے مجاہدین حق! اے جنودِ محمد! اے بحر وبر میں جاہلیت اور باطل کے فرزندوں سے برسرِ پیکارو! تم جمے رہو، ڈٹے رہو، ثابت قدم رہو اور زخم کھا کر، عذاب جھیل کر، تکلیف سہہ کر حق کی پاسبانی سے پیچھے ہرگز نہ ہٹو۔ تقویٰ، خوف خدا کے ساتھ تمہاری مورچہ بندی کے سامنے کسی کا بس نہ چل سکے گا۔ مدد خدا کی دین ہوتی ہے، بشرطیکہ تم مدد کی شرط پوری کرلو۔ دشمنانِ خدا کو خوف زدہ کرنے والی تیاری، حکمت عملی اور انہیں ہزیمت دینے والی جرأت تمہارا سب سے بڑا، پہلا اور کارگر ہتھیار رہے، جس کے سامنے باطل کے پاسباں پہلے کبھی ٹھہرے ہیں، نہ آج ٹھہر سکیں گے۔ اللہ تمہارا حامی وناصر ہو اور اس کی توفیق تمہاری ہم رکاب ہو۔

☆☆☆